خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 83

Track - 1

34:22

''پیر و مرشد کا تعلق خاطر بیان کریں۔''

حضور قلندر بابا اولیاء نے اپنی کتاب لوح و قلم میں اس سوال کا جواب دیا ہے
کہ قرون اولیٰ میں مسلمان جو تھے یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں
کہیں تصوف یا روحانیت کا تذکرہ نہیں ملتا ہے۔ یا جس طرح کہ یہ اسباق ہیں ،
مراقبہ ہیں یا مختلف اشغال و اعمال ہیں ان کا تذکرہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی
میں ناپید ہے۔ اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میںصحابہ
کرام جو حضور پاک ﷺ کی صحبت میں بیٹھتے تھے اور صحابہ کرام کو رسول اللہ
ﷺ کی قربت حاصل تھی ، حضورﷺ کے انوار ، نور نبوت ان کے اندر اتنے زیادہ ذخیرہ
ہوجاتے تھے کہ انہیں الگ سے کوئی مشقت یا ریاضت یا اعمال و اشغال نہیں
کرنا پڑتے تھے۔ پھر جیسے جیسے وقت گزرتا گیا تاریخ بتاتی ہے کہ اسلام سے لوگ
دور ہوتے چلے گئے۔اسلام میں بادشاہت آگئی ۔ اسلام میں مادیت داخل ہوگئی۔
اور جو رسول اللہ ﷺ کے زمانے کا ماحول تھاوہ تبدیل ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ کے
زمانے میں جو ماحول تھا اس میں انتہائی درجے سادگی تھی۔ غربت تھی۔ اللہ کے
اوپر بھروسہ اور یقین تھا۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ رسول اللہ ﷺ خود موجود
تھے ان کے درمیان میں جسمانی طور پر اس لئے ان کا ذہن جو ہے وہ کسی
دوسری طرف نہیں جاتا تھا۔ اور جتنی قربت رسول اللہ ﷺ سے ان کو تھی اسی
مناسبت سے اللہ کے انوار ان کے اندر منتقل ہوتے رہتے تھے۔ یہ جو مراقبہ وغیرہ
کا تذکرہ ملتا ہے تصوف میں ، تو حضور پاک ﷺ کے زمانے میں اس قسم کے
واقعات نہیں ملتے کہ بھئی جیسے لوگوں نے کہیں جنگل میں بیٹھ کے چلّہ کشی
کی ہو یا کسی استاد کی خدمت میں حاضر ہوکر یا کسی کو پیر بنا کر بحیثیت
مرید کے اعمال و اشغال کئے ہوں لیکن یہ ضرور ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے
زمانے میں لوگوں کو ذہنی مرکزیت حاصل تھی۔ مثلاً جب وہ نماز قائم کرتے تھے
تو ان کا ذہنی رشتہ اللہ سے قائم ہوجاتا تھا۔ جیسے حضرت علی کا بڑا مشہور
قصہ ہے سب نے ہی سنا ہوگا کہ ایک دفعہ ان کی کمر میں کسی دشمن نے
لڑائی میں دشمن نے تیر مارا تو وہ تیر جو ہے وہ اندر کمر کے گھس گیا۔ تو تیر
کو نکالنے لگے تو بہت تکلیف ہوئی۔تو لوگوں نے کہا کہ ابھی انتظار کرو جب نماز
کا وقت ہوگا پھرتیر نکالیں گے۔ حضرت علی نے نماز کی جب نیت باندھ لی
توانہوں نے تیر نکال بھی دیا صاف بھی زخم کو کرلیا ۔ دوا بھی لگادی۔ پٹی بھی
باندھ دی ان کو پتہ ہی نہیں تھا۔ یعنی ان کا ذہنی انہماک اتنا زیادہ ہوگیا تھا
نماز میں ہوجاتا تھا کہ ان کا ذہن جسم اور مادہ کی طرف سے بالکل غیر متعلق

ہوجاتا تھا۔ ایسے ہی بزرگوں کا قصہ ہے۔ایک قصہ ہے ایک صحابی کا کہ صاحب
وہ نماز پڑھ رہے تھے ان کے گھر میں آگ لگ گئی دوڑو بھاگو شور شغف وہ آگ
بجھا بھی دی گئی ۔ جب وہ نماز پڑھ کے فارغ ہوگئے تو انہوں نے دیکھا یہ کیا ہے
ادھر بھی پانی ادھر بھی پانی کیا مسئلہ ہے کیا ہوا ہے ؟ انہوں نے کہا صاحب آگ
لگ گئی اتنا شور ہوا انہوں نے کہا اچھا مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا۔ تو یہ رسول
اللہ ﷺ کی قربت کا اتنا اثر تھا کہ جتنے بھی وہاں حضرات موجود ہوتے تھے حضور
پاک ﷺ کی خدمت میں ان کے اندر حضور ﷺ کا جو نور نبوت ہے وہ اختیار ی اور
غیر اختیار ی طور پر ان کی روح کے اندر منتقل ہوتا رہتا تھا۔ تو اب ان کے لئے
یہی سب سے بڑا مراقبہ تھاکہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں ، انہیں
دیکھتے رہیں،ان کی باتیں سنتے رہیں، اور ان کی باتوں پر عمل کرتے رہیں۔اب
حضرت ابو بکر صدیق کے بارے میں مشہور ہے تاریخ میں ہے کہ حضور پاک ﷺ کو
جب معراج حاصل ہوئی معراج میں تشریف لے گئے حضور نے بتایا کہ بھئی مجھے
اللہ نے بلایا اس طرح اس طرح میں نے سیر کی۔ ابو جہل نے اس کو سنا۔سن
کے وہ آرہا تھا تو ابو بکر صدیق راستے میں ملے اس نے کہا کچھ سنا بھی ہے کہ
تمہارے محمد ﷺ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں ، کیا کہہ رہے ہیں؟ کہنے
لگا وہ عجیب و غریب باتیں کررہے ہیں کہ صاحب میں آسمان میں بھی ہو آیا ۔
اللہ تعالیٰ سے باتیں بھی کرلیں اور بستر بھی گرم رہا۔ کنڈی بھی ہلتی رہی۔
اب تو کچھ وہ زیادہ ہی بہک گئے ہیں۔تو حضرت ابو بکر صدیق نے پوچھا کہ تم
نے یہ کس سے سنا؟ اس نے کہا میں خود محمد ﷺ کی زبان سے سن کے آیا ہوں۔
حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا سچ فرمایا۔ یعنی ان کے اندر اتنا یقین تھا حضور
پاک ﷺ کی ذات سے کہ ایک کافر کی زبان سے یہ سن کے میں محمد ﷺ سے آیا
ہوں تو اس کی انہوں نے تصدیق کردی۔ اب جیسے جیسے زمانہ گزرا ۔ خلفاء کا
زمانہ آیا تو حضرت ابوبکر صدیق کے زمانے میں بھی شورش ہوئی۔ لوگوں نے
زکوٰۃ دینا بند کردیا۔ نبوت کا اعلان ہوگیا۔ وہ لڑے اور اس کو زکوٰۃ کو دوبارہ
بحال کیا۔ پھر حضرت عثمان کا دور آیا۔ حضرت عمر کا دور آیا۔ حضرت عمر
کے دور میں بھی یہ سلسلہ سارے بغاوت یہ وہ سب ہوتا رہا۔ پھر حضرت عثمان
کا زمانہ آیا ان کو شہید کردیا گیا۔ حضرت عمر کو شہید کردیا گیا۔ تو حضور
پاک ﷺ کے زمانے کے تھوڑے ہی دیر بعد اسلام کی جو مرکزیت تھی رسول اللہ ﷺ
کے ساتھ اس میں فرق آنا شروع ہوگیا۔ اور پھر ہوتے ہوتے یہ ہوا کہ اسلام میں
بادشاہت آگئی۔ جبکہ اسلام میں بادشاہت ہے ہی نہیں۔ و امر شوریٰ بینهم کہ
تم جو بھی فیصلے کرو آپس میں شوریٰ ... مجلس شوریٰ بٹھا کر جو تمہارے
درمیان فیصلہ اس سے کرو۔ بادشاہت آگئی۔ پھر حضرت ابو ذر غفاری کے ساتھ
جو کچھ ہوا۔ حضرت علی کے ساتھ جو کچھ ہوا۔ حضرت امام حسین کے ساتھ
جو کچھ ہوا۔ اور جتنے مسلمانوں کی خلافتیں ہوئیں ان کے ساتھ جو سازشیں
ہوئیں تو مسلمانوں کا شیرازہ منتشر ہوگیا۔ ذہنی انتشار ہوگیا اور جو ذہنی
مرکزیت تھی وہ ٹوٹ گئی۔ اور جیسے جیسے یہ ذہنی مرکزیت ٹوٹی اسی

مناسبت سے حضور پاک ﷺ کا جو نور نبوت تھا اس سے لوگ آہستہ آہستہ کم
آشنا ہونے لگے۔ اور وہ دوری واقع ہوگئی ۔ روح سے دوری واقع ہوگئی۔
جسمانی اعمال و وظائف تو برقرار رہے۔ لیکن روح سے دوری واقع ہوگئی۔ ہوتے
ہوتے حضرت پیران پیر دستگیرؒ شیخ عبد القادر جیلانی کا زمانہ آگیا انہوں نے یہ
دیکھا کہ یہ مسلمان جو ہے عالم اسلام جو ہے وہ مسلسل روح سے دور ہوتا چلا
جارہا ہے۔ اور روح کی اہمیت ختم ہوتی جارہی ہے۔ اور جسمانی اہمیت
بڑھتی چلی جارہی ہے۔ ہر چیز جو ہے جسمانی ہورہی ہے۔ تو انہوں نے پھر یہ
تصوف کی داغ بیل ڈالی۔ اور یہ ایسے طریقے ایجاد کئے کہ جن طریقوں پر عمل
کرکے امت مسلمہ جسمانی اعمال و وظائف کے ساتھ ساتھ اپنی روح سے بھی
واقفیت حاصل کرے۔اور اس کی روحانی صلاحیتوں کی بھی تجدید ہوتی رہے۔
حضرت پیران پیر دستگیرؒ نے نسبت اویسیہ کا بھی تذکرہ کیا۔ پہلے حضرت
اویس قرنی کو اس طرح لوگوں نے نظر انداز کردیا تھا کہ لوگ بھول ہی گئے تھے
کہ حضرت اویس بھی کوئی ہے۔ تو حضرت بڑے پیر صاحب نے اویسیہ نسبت
بتائی۔ اور اس سے سلسلہ اویسیہ قائم ہوا۔ تویہ جو ہے کہ صاحب روحانیت کا
تذکرہ پہلے نہیں تھا تو اس میں یہی تھا کہ رسول اللہ ﷺ موجود تھا اور رسول
اللہ ﷺ کے پاس جتنے اٹھنے بیٹھنے والے مسلمان تھے، صحابی تھے اتنی زیادہ
مرکزیت تھی ان کے اندر کہ ان کے اندر جو ہے انوار جو ہے ذخیرہ تھے اور اس
ذخیرہ کی بنیاد پر وہ رسول اللہ ﷺ کو بھی دیکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی قربت
بھی انہیں حاصل تھی۔ اس کے بعد جب بڑے پیر صاحب نے سلسلہ کی داغ بیل
ڈالی ۔ سلسلہ سے مراد یہ ہے کہ بڑے پیر صاحبؒ نے یہ ضرورت محسوس کی
کہ امت مسلمہ کا جو روح سے رشتہ منقطع ہوگیا ہے اس رشتہ کو بحال کیا
جائے۔ اب آپ یہ دیکھیں آج کے دور میں آپ دیکھ لیں نمازیں وہی ہیںجو چودہ
سو سال پہلے تھیں۔ قرآن پاک بھی وہی ہے جو چودہ سو سال پہلے تھا۔ اس
میں سر مو فرق نہیں آیا۔ اوقات نماز وہی ہیں جو چودہ سو سال پہلے رسول
اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھے۔ روزہ جس طرح حضور پاک ﷺ رکھتے تھے اسی طرح آج
بھی مسلمان رکھتے ہیں اسی طرح افطار کرتے ہیں۔ حج، جو رسول اللہ ﷺ کے
زمانہ میں جس طرح حج ہوتا تھا آج بھی اسی طرح ہوتا ہے کوئی بھی فرق
نہیں ہے۔ لیکن یہ بات ہمارے سامنے ہے کہ یہی نمازیں جو ہمارے اسلاف قائم
کرتے تھے ، یہی روزے جو ہمارے اسلاف رکھتے تھے تو ساری دنیا میں ان کی
حکمرانی تھی ۔ آج ہم بھی نماز پڑھتے ہیں ، ہم بھی روزے رکھتے ہیں۔ اس
وقت تعداد لاکھوں تھی مسلمانوں کی اب تعداد کروڑوں میں ، اربوں میں ہے۔
نوے کروڑ مسلمان بتاتے ہیں دنیا میں ہیں۔ تھوڑی سی تعداد جو تھی اس کا
ساری دنیا پر غلبہ تھا یہودیت پر بھی غلبہ تھا، عیسائیت پر بھی غلبہ تھا۔ اب
جبکہ ہم اربوں کی تعداد میں ہیں ۔ ایک ارب کی تعداد میں ہیں ، ہمارا کہیں
بھی غلبہ نہیں ہے۔ حالانکہ ہم نمازیں بھی پڑھتے ہیں ، ہم روزے بھی رکھتے
ہیں، ہم زکوٰۃ بھی دیتے ہیں، ہم حج بھی کرتے ہیں۔ بات وہی ہے کہ ہماری

مرکزیت متاثر ہوئی ہے۔ اور مرکزیت متاثر ہونے سے ہمارے اندر جو ہے روحانی
صلاحیتیں جو ہیں وہ چھپ گئی ہیں۔اور ہم نے جسمانی صلاحیتوں کو اپنی
زندگی کا مقصد قرار دے دیا ہے۔ یہ بات کہ صاحب کہ یہ پہلے کیوں نہیں تھی
روحانیت تو یہ میں نے آپ سے بتایا کہ بڑے پیر صاحب کے بعد برابر روحانیت کا
ایک سلسلہ قائم ہے۔ سلسلہ چشتیہ قائم ہوا۔ سلسلہ نقشبندیہ قائم ہوا۔
سلسلہ سہروردیہ قائم ہوا۔ سلسلہ قادریہ۔ سلسلہ طیفوریہ۔ بہت سارے
تقریباً دو سو سلسلے۔ مختلف علاقوں میں ، مختلف ماحول کے زیر اثر قائم ہوتے
رہے۔ سلسلے قائم ہوتے رہے۔ لوگوں کی تعداد زیادہ نہیں لیکن کم اولیاء اللہ
سے مستفیض ہوتی رہی۔ اور اس میں لوگ بھی پیدا ہوتے رہے ۔ مثلاً اب ہمارے
پاکستان میں دیکھ لیں داتا صاحب ہیں۔ بابا فرید گنج شکر ہیں۔ لعل شہباز
قلندر ہیں ، شاہ عبد اللطیف بھٹائی ہیں۔ بری امام صاحب ہیں۔ بابا رکن
الدین ہیں۔ اور بے شمار فقراء ایسے ہیں کہ جن کا آج بھی نام ہے۔ اور جن کا آج
بھی فیض جاری و ساری ہے۔ اب صور ت یہ تھی کہ لوگوں کا جو ذہن تھا علمی
اعتبار سے وہ محدود تھا۔ مثلاً یہ کہ جو پہلے زمانے میں کرامات سمجھی جاتی
تھی وہ آج کل عام بات ہوگئی ہے۔ مثلاً پہلے زمانے میں اگر کسی بزرگ کے بارے
میں یہ سنا گیا کہ بھئی کہ ایک بزرگ جو ہیں وہ سات جگہ نظر آئے مثلاً حاجی
امداد اللہ مہاجر مکی کے بارے میں کتابوں میں ملتا ہے کہ بیک وقت سات جگہ
وہ نظر آئے لوگوں کو مختلف شہروں میں۔بہت بڑی کرامت ہوگئی۔ لیکن آج ٹی
وی کے اوپر بیک وقت آدمی کروڑوں جگہ نظر آتا ہے۔ اور حاجی امداد اللہ مہاجر
مکی کو یا کسی بزرگ کو چند آدمیوں نے دیکھا۔اور ٹی وی کے اوپر کروڑوں آدمی
روز امریکہ سے کشتی آرہی ہے وہ لڑ بھی رہے ہیں ، آواز بھی آرہی ہے ، دیکھ
رہے ہیں۔ آواز کہ صاحب ہم نے ، ہمارے بزرگ بیٹھے ہوئے تھے صاحب دلی میں
ہم نے کراچی میں ان کی آواز سنی۔ تو اب تو صورت یہ ہے کہ امریکہ سے وہ
آواز آتی ہے ساری دنیا اس کو سنتی ہے۔ ٹیلی فون کے ذریعے سن لیں، ٹی وی کے
ذریعے سن لیں۔ اور اب تو حد ہوگئی وہ فیکس مشین آگئی ہے ، آپ یہاں سے
خط لکھیں اس میں ڈال دیں فوٹو اسٹیٹ کی طرح دوسری جگہ نکل آتا ہے۔
امریکہ میں ڈالیں کراچی میں آجاتا ہے۔ میں وہاں امریکہ میں تھا میں نے وہاں
دیکھا اس نے وہ خط بھیجا گجراتی میں لکھا لاکھانی صاحب نے جہاں میں ٹھہرا
ہوا تھا ، ادھر سے جناب ہاتھ کا لکھا ہوا لاکھانی صاحب نے گجراتی میں جواب
دے دیا۔ ہاتھ کے ہاتھ جواب فوراً کے فوراً۔ تو اب یہ جو اتنی ایجادات ، اتنی
ترقیاں ہوگئیںتو اب تو یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ صاحب ہم نے فلاں بزرگ
کو تین جگہ دیکھا تھا بھئی وہ تو ایک کروڑ جگہ آدمی عام پہلوان کو دیکھ رہا
ہے۔ علمی اعتبار سے انسان کا ذہن بہت بالغ ہوا، باشعور ہوا ، پہلے کہا جاتا
تھا کہ صاحب چاند میں ایک دنیا رہتی ہے وہ چرخہ کات رہی ہے۔ اب وہ کہتے
ہیں صاحب ہم چاند پہ ہو آئے وہاں تو فلاں فلاں چیز ہے۔ لاسلکی نظام کا یہ
عالم ہے کہ انہوں نے سیارے چھوڑ رکھے ہیں اور وہ آپ کی جیب کے اندر کیا ہے

اس کی بھی تصویر لے لیتے ہیں۔ علم پھیل گیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ یہ
مسلمانوں کی بد نصیبی ہے کہ مسلمان محروم رہ گئے اور غیر مسلموں نے اس
علم سے فائدہ اٹھایا۔اور اس علم کو پھیلایا۔ جبکہ ہم جب اپنے ماضی پر نظر
ڈالتے ہیں تو اس کی شہادت تاریخ دیتی ہے کہ جتنی بھی ایجادات ہیں سب
ہمارے اسلاف کی ایجادات ہیں۔اور ان سے انہوں نے حاصل کرکے ہمارے اسلاف
سے اپنے نام سے اس کو ظاہر کردیااس کو بڑھاتے چلے گئے۔ تو یہ تو خیر جملہ
معترضہ تھا۔ بات یہ ہے کہ علمی استعداد بڑھی۔ اب جب علمی استعداد بڑھی
اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جب کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ
اس کا انتظام فرمادیتے ہیں۔ مثلاً اگر زمین کو بارش کی ضرورت ہے تو بارش
ضرور برسے گی۔اگر زمین کے اوپر ہوا کی ضرورت ہے ہوا ضرور چلے گی۔ اگر
کہیں انسان آباد ہیںتو وہاں ان کی ضرورت کے لئے اللہ تعالیٰ پانی ضرور فراہم
کرے گا ۔ چار کنواں گدلا کڑوا پانی نکلے گا لیکن ایک آدھ کنواں ایسا ضرور نکلے
گا کہ جس سے لوگ جو ہیں سیراب ہوجائیں پانی سے۔ اگر زمین میں سیم
آگیاتو ایسا نہیں ہوگا کہ ساری دنیا کی زمین کو سیم کھاجائے۔ ایسی زمین بھی
قائم رہے گی کہ جس میں انسان کے لئے کھیتی باڑی ہوتی رہے۔ اور انسان کی
ضروریاتِ زندگی پوری ہوتی رہے ۔ ایک نظام ہے اللہ تعالیٰ کا۔ بچہ پیدا بعد
میں ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ماں کے سینے کو دودھ سے پہلے بھر دیتا ہے۔ ایک نظام
ہے اللہ تعالیٰ کا۔ تو جب علم کی ، علم کے اندر اضافہ ہوا علم کی نئی نئی
شاخیں سامنے آئیں تو اس ضرورت کے تحت جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے ۔
اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ پیدا کیا کہ جس نے روحانی علوم کو اس طرح عام کردیا
جس طرح سائنسی ایجادات عام ہیں۔ پہلے چونکہ انسان کی ذہنی صلاحیت
کمزور تھی ۔ علم محدود تھا۔ اسلئے اولیاء اللہ نے ان علوم کو ان لوگوں تک
محدود رکھا جن لوگوں کی صلاحیتیں زیادہ تھیں اور جو لوگ ان کے قریب آگئے
تھے۔ اب جب اجتماعی طور پر نوع انسانی کی ذہنی صلاحیتوں میں اضافہ ہوگیا
تو اللہ تعالیٰ کے قانون کے تحت علم کا آشکار ہونا ضروری تھا تو اللہ تعالیٰ نے
اپنی رحمت سے حضور قلندر بابا اولیاء کو پیدا کردیا۔ کوئی بھی بندہ پیدا ہوتا
ہے اب یہ حضور قلندر بابا اولیاء کے اللہ میاں نے سر پہ سہرا باندھ دیا۔ اب
انہوں نے تجزیہ کیا کہ بھئی مسلمان جو ہے کیوں پیچھے ہے۔ جب ہم ان کی
تاریخ پہ نظر ڈالتے ہیں تو سامنے یہ بات آتی ہے کہ ساری دنیا پہ یہ حکمران
تھے۔ عیسائیوں پہ ان کی حکمرانی تھی۔ یہودیوں پر ان کی حکمرانی تھی۔
اسپین پہ ان کی حکمرانی، ہندوستان پہ ان کی حکمرانی۔ ہر جگہ مسلمان
حکمران تھے۔ کوئی خطہ کوئی ملک ایسا نہیں جہاں مسلمانوں کی حکمرانی
نہیں تھی۔ پھر یہ آہستہ آہستہ اس طرح سمٹ گئے کہ اگر کہیں ان کی
حکمرانی ہے تب بھی غلام ہیں۔ کہتے یہ ہیں ہم آزاد ہیں۔ لیکن فی الواقع یہ
آزاد نہیں ہیں۔ اور اس کی وجہ بنیادی وجہ اس کی اگر ظاہرہ طور پر دیکھیں
وہ بھی یہی ہے کہ علم کی کمی ہے۔ اب ظاہرہ طور پر بھی علم کی کمی ہے

اور باطنی طور پر بھی علم کی کمی ہے۔ تو انہوں نے ... حضور قلندر بابا اولیاء
نے ایک پروگرام ترتیب دیا۔ اور پروگرام یہ ترتیب دیا کہ ان کے قریب آنے والے
لوگ اس بات کی کوشش کریں ، اس بات کی جدوجہد کریں اورا س مشن کو
چلائیں کہ امت مسلمہ مادی علوم اور سائنسی علوم کے ساتھ ساتھ روحانی
علوم کو بھی سیکھیں۔ اور وہ روحانی علوم کا جو انہوں نے پیٹرن بنایا وہ پیٹرن
وہ بنایا جو حضرت بڑے پیر صاحب ، شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنی زندگی میں
ایک سلسلہ قائم کیا۔ اس کو سامنے رکھ کر روحانی ایک سلسلہ قائم ہوا۔ اور
سائنسی علوم کو سامنے رکھ کر روحانی علوم کو سائنسی انداز میں بیان فرمایا
اور اس کی تحریریں چھوڑیں۔ تو اب یہ کہنا کہ صاحب پہلے تو نہیں تھا اب یہ
تصوف کیوں آگیا؟ تو بھائی پہلے تو ٹیلی فون بھی نہیں تھا۔ ہوائی جہاز بھی
نہیں تھے۔ ریل بھی نہیں تھی۔ یہ بجلی بھی نہیں تھی۔ تو اگر آپ لکیر کے فقیر
ہیں علم کے معاملہ میں تو آپ ٹیلی فون بھی استعمال نہ کریں ، بجلی بھی
استعمال نہ کریں، ریل بھی استعمال نہ کریں ہوائی جہاز میں بھی نہ بیٹھیں۔
اور یہ تو بہت ہی بری بات ہے کہ غیر مسلم لوگوں کی ایجادات سے آپ فائدہ
اٹھائیں۔اور فائدہ بھی قیمتاً اٹھائیں۔ ان کو پیسے دیں ۔ ان کی حاکمیت کو قبول
کریں۔ ان کی شرائط کو مانیں۔ دیکھئے ناں اگر آپ ان کی شرائط نہیں مانتے آپ
کو ٹیلی فون ہی نہیں دیں گے۔ اگر آپ ان کی شرائط نہیں مانیں گے تو آپ کو
جہاز بھی نہیں دیں گے۔تو جب آپ موجودہ دور کی جتنی بھی جدید ترقی یافتہ
چیزیں ہیں انہیں استعمال کرتے ہیں اگر موجودہ دور میں آپ کو روحانی علوم
مل رہے ہیں انہیں کیوں استعمال نہیں کرتے اور اس میں کون سا بڑا جرم ہے ۔
ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ صاحب یہ علم ہے اور اس علم کی بنیاد پر آپ کا رشتہ اللہ
تعالیٰ سے قائم ہوجائے گا ۔ اس علم کی بنیاد پر آپ کا رشتہ اپنے اسلاف کی
روحوں سے ہوجائے گا۔ اس علم کی بنیاد پر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی محبت سے سرشار ہوجائیں گے ۔ وہ کوئی یہ تو نہیں کہہ رہا ہے کہ تم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے سے ہٹ جاؤ۔ اللہ سے دور ہوجاؤ۔
وہ تو آپ کو اللہ کے قریب لارہا ہے۔ تو اللہ کے قریب لانے میں اگر ذہنی
کنسٹریشن کے سلسلہ میں وہ آپ کے سامنے کوئی علم رکھتا ہے تو اس میں
مخالفت کی کیا ضرورت ہے بھئی؟ ایک آدمی نماز پڑھتا ہے ، ساٹھ سال تک نماز
پڑھتا ہے۔ ساٹھ سال میں اسے ایک نماز میں بھی کبھی یکسوئی نہیں ہوئی اور
اسے کبھی اللہ نے یہ نہیں کہا کہ میرے بندے یہ جو عمل کررہا ہے یہ مجھے قبول
ہے۔ ایک بندہ اٹھتا ہے بھئی یہ تم جو ساٹھ سال سے عبادت کررہے ہو بے شک یہ
صحیح ہے ، یہ وہی عمل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اس
میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی لیکن اگر اس میں ذہنی کنسٹریشن شامل کردو ،
ذہنی یکسوئی شامل کرلو تو یہی نماز جو تم پڑھ رہے ہو جو بے جان نماز ہے
اس میں جان پڑ جائے گی اور اللہ تعالیٰ تک تمہاری رسائی ہوجائے گی۔ ا ب اس
کی مخالفت ہے کہ صاحب مراقبہ کہاں سے آگیا؟ روحانیت کہاں سے آگئی اسلام

میں؟ بھئی اسلام تو روحانیت کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں۔ ایک مسلمان اور غیر مسلمان میں بنیادی فرق ہی یہ ہے کہ مسلمان روحانی طور پر اللہ کو جانتا ہے اللہ کو مانتا ہے۔ اور قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق ہر مسلمان کا یہ ایمان ہے شعوری طور پر یا لاشعوری طور پر اگر وہ اس پر ایمان نہیں رکھتا تو وہ اسلام سے خارج ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ، الست بربکم ... کہ میں تمہارا رب ہوں۔ سب روحوں نے کہا کہ جی ہاں آپ ہمارے رب ہیں۔ یعنی قرآن یہ کہہ رہا ہے مسلمانوں سے اے مسلمانو! تم عالم ارواح میں اللہ کی آواز سن چکے ہو۔ اللہ کو دیکھ چکے ہو اور اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرچکے ہو۔ فقیر یہ کہتا ہے کہ وہ جو آپ نے عالم ارواح میں اللہ کی آواز سنی ، اللہ کو دیکھا، اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا وہ روح ا بھی تمہارے اندر موجود ہے۔ روح وہی ہے جس نے عالم ارواح میں اللہ کو دیکھ کر اللہ کی ربانیت کا اور وحدانیت کا اقرار کیا تھا۔ فرق صرف یہ ہے کہ ہم جو ہیں اس جسمانی مشینری کو سب کچھ سمجھ رہے ہیں۔ اور اس مشین کو جو چلانے والی چیز ہے اس کو ہم نے نظر انداز کردیا ہے۔اب اس میں بتائیے اسلام کے خلاف کیا بات ہوئی بھائی؟ یہ تو ایسی بات ہے کہ گاڑی کو تو آپ اہمیت دیں پیٹرول کو اہمیت ہی نہ دیں کہ جناب پیٹرول کچھ نہیں ہے۔ پیٹرول کو تو نہیں مانتے ہم۔ پیٹرول کو آپ نہیں مانیں گے گاڑی نہیں چلے گی۔ اسی طرح جسمانی مشینری آپ کے پاس موجود ہے اگر اس جسمانی مشینری کے اندر روح موجود نہ ہو تو جسمانی مشینری بے کار ہے وہ ایسی گاڑی ہے جس میں پیٹرول نہ ہو۔ یہ ایک اعتراض برائے اعتراض ہے کہ صاحب یہ مراقبہ کہاں سے آگیا۔ صاحب یہ تصوف کہاں سے آگیا، صاحب یہ روحانیت کہاں سے آگئی۔ بھئی روحانیت کا مطلب یہ ہے کہ ہر انسان اگر اس کے اندر روح ہے تو وہ انسان ہے۔ اگر اس کے اندر روح ہے تو وہ زندہ ہے۔ اگر اس کے اندر روح ہے تو اس کے اندر حرکت ہے۔ اگر اس کے اندر روح نہیں ہے تو وہ ڈیڈ باڈی ہے ، لاش ہے ، اس کا کوئی مصرف نہیں سوائے اس کے کہ اس کو آپ گڑھے میں پھینک دیں اس کو کیڑے مکوڑے کھاجائیں۔ یا میدان میں پھینک آئیں اسے چیل کوے کھاجائیں۔ یہ اوقات ہے ، کتے بلی کھاجائیں۔ تو اب اگر کوئی انسان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر ان کی نسبت سے ان کی محبت سے ان کے تعلق سے کھڑا ہوتا ہے اور یہ کہتا ہے بھئی یہ جو لاش ہے اس لاش سے نکلو۔ لاش کو جو چیز چلا رہی ہے اس سے واقفیت حاصل کرو۔ اور یہی روحانیت ہے یہی تصوف ہے۔ اور اسی کا تمام پیغمبروں نے پرچار کیا ہے۔پیغمبروں نے کیا بتایا ہے؟ پیغمبروں نے یہی بتایا کہ بھئی ایک اللہ ہے ایک مخلوق ہے۔ زندگی کے دو رخ ہیں۔ ایک رخ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس زندگی کو پسند کرتا ہے۔ اور ایک رخ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس زندگی کو ناپسند کرتا ہے۔ جب تم ناپسندیدہ زندگی اختیار کروگے اللہ تعالیٰ کے تو اللہ سے دور ہوجاؤگے۔ اور جب تم اللہ کے پسندیدہ زندگی اختیار کروگے تو اللہ سے قریب ہوجاؤگے۔ اللہ سے تمہیں قربت حاصل ہوجائے گی۔ اور اللہ سے کوئی آدمی جو ہے بغیر روح کے قریب نہیں

ہوسکتا ہے خود اللہ نے فرمایا ہے کہ انسان ناقابل تذکرہ شئے تھا ہم نے اس کے
اندر اپنی روح ڈال دی ۔ جب ہم نے اس کے اندر اپنی روح ڈال دی تو یہ چلنے بھی
لگا، پھرنے بھی لگا، حرکت بھی کرنے لگا، بولنے بھی لگا، سننے بھی لگا۔ اور جب
اس کے اندر سے اپنی روح نکال دی تو اس کی وہی ناقابل تذکرہ شئے پھر وہی
ڈیڈ باڈی، لاش۔ آپ دیکھیں ناں آدمی مر جاتا ہے ، روز مرتے ہیں لوگ ۔ اب وہ
لاش پڑی ہے کان بھی ہیں، آنکھ بھی ہیں، ناک بھی ہے، دانت بھی ہیں، نہ وہ
کھاسکتا ہے ، نہ وہ سن سکتا ہے، نہ وہ بول سکتا ہے، نہ وہ ہاتھ پکڑ سکتا ہے
آپ کا، آپ اسے آگ کی بھٹی کے اوپر جھونک دیں وہ یہ نہیں کہے گا کہ صاحب یہ
کیا کررہے ہو۔ آپ اسے زمین کے اندر دبادیں وہ یہ نہیں کہے گا بھئی تمہارا دماغ
خراب ہوگیا ہے تم مجھے گڈھے میں ڈال کر مٹی کیوں ڈال رہے ہو؟ آپ اسے پڑا
رہنے دیں میدان میں ڈال دیں کوے چیل کھانا شروع کردیں گے وہ کوؤں چیل کو
یہ بھی نہیں کہے گا بھاگ جاؤ مجھے کیوں کھارہے ہو؟ تو اس کا مطلب ہے کہ یہ
جسمانی جو مشینری ہے ، جسمانی جو انسان ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے
اس وقت تک جب تک ......(آواز غائب ہے) .... ہوائی جہاز ایجاد کرلیں ۔ تو
اس سے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوں گے؟ کوئی انسان
لاسلکی نظام دریافت کرلے کیا اس سے کیا حضور پاک ۔ اپنی امت سے ناراض
ہوجائیں گے؟ یہ کیا طریقہ ہے کہ صاحب ایک محدود انسان نے خود کو کرلیا۔
اسلام محدود مذہب نہیں ہے۔ اسلام لامحدود مذہب ہے اور اسلام قیامت تک کے
لئے مذہب ہے۔ اگر اسلام محدود ہوتا تو قیامت تک کے لئے مذہب نہیں ہوتا ۔
پھر نیا اسلام آتا۔ اسلام ایک مکمل ضابطہء حیات ہے۔ ایسا مکمل ضابطہ حیات
کہ اس میں آپ کو سائنسی علوم بھی ملیں گے اس میں آپ کو زندگی گزارنے کے
علوم بھی ملیں گے۔ اس میں آپ اپنی روح سے واقفیت حاصل کرنے والے علوم
تلاش کرنا چاہیں وہ بھی آپ کو ملیں گے۔ آپ زمین سے آسمان پر اڑنا چاہیں وہ
بھی آپ کو علوم قرآن میں ملیں گے۔ اور ہم نے کیا کیا ہے کہ چند مسائل لے کر
اس کے اوپر سارے اسلام کی تعمیر کھڑی کردی۔ وہ بھی ضروری ہے۔ یہ نہیں
ہے کہ اسلام ایک طرف شریعت بھی ہے۔ وہ بالکل ضروری ہے۔ اگر شریعت نہ
ہو تو حیوانات میں اور انسان میں امتیاز ہی نہیں قائم ہوگا۔ شریعت جو ہے
حیوانات میں اور انسانوں میں امتیاز قائم کرتی ہے۔ لیکن شریعت عالم نہیں
بناتی۔ شریعت زندہ رہنے کا ایک طریقہ بتاتی ہے۔ آداب متعین کرتی ہے انسانی
کہ کس طرح انسان رہے ، کس طرح انسان کھانا کھائے۔ کس طرح انسان اپنی
روزی حاصل کرے۔ اللہ کے کیا حقوق ہیں۔ اللہ کے رسول کے کیا حقوق ہیں۔
بندوں کے بندوں کے اوپر کیا حقوق ہیں۔ والدین کے کیا حقوق ہیں۔ اولاد کے کیا
حقوق ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلام یہ بھی چاہتا ہے کہ مسلمان ذلیل و
خوار ہوکر زمین پر نہ رہے۔ مسلمان عزت و وقار کے ساتھ زمین کے اوپر رہے۔
اب موجودہ دور میں مسلمانوں کی جو حالت ہے اور غیر مسلموں کی جو حالت
ہے کیا ہم ان کے سامنے عزت و وقار کے ساتھ رہ سکتے ہیں؟ رہ ہی نہیں سکتے

اس لئے کہ ہر ہر چیز کے تو ہم ان کے محتاج ہیں۔ جبکہ ہمارے اسلاف کی تاریخ ہمیں یہ بتارہی ہے کہ ہمارے اسلاف کے غیر مسلم محتاج تھے۔ الٹ ہوگئی بات۔ تو یہ جو تصوف اور یہ جو روحانیت ہے یہ نہ تو اسلام میں کوئی پیوند کاری ہے۔ نہ کوئی بدعت ہے۔ بات سیدھی سی ہے کہ مادی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے روحانی تقاضوں کو بھی پورا کیا جائے۔ مادی جسم کو جانتے ہوئے بھی آپ اپنی روح سے بھی واقفیت حاصل کریں کہ وہ کیا چیز ہے جس نے اس مادی وجود کو حرکت دی ہوئی ہے۔ جس نے اس مادی وجود کو قائم رکھا ہوا ہے۔ اور جب وہ اس مادی وجود سے اپنا رشتہ توڑ دیتی ہے تو مادی وجود جو ہے ختم ہوجاتا ہے۔

Collapse

ہوجاتا ہے۔ ریزہ ریزہ ہوجاتا ہے۔ بکھر جاتا ہے۔ یہ تو یہ صورت ہوئی دوسری بات وہ کہتے ہیں صاحب بیعت کرنا کیا ضروری ہے؟ تصوف کے لئے کیا بیعت کرنا ضروری ہے؟ یہ تو ایسی بات ہے کوئی آدمی یہ سوال کرے کہ صاحب کیا انگریزی پڑھنے کے لئے کسی استاد کا ضروری ہے ہونا؟ تو بھئی جب تک استاد نہیں ہوگا آدمی انگریزی نہیں پڑھ سکتا۔ یا کوئی آدمی یہ سوال کرے کیا صاحب میں اپنے بچوں کو بی اے ، ایم اے کرانا چاہتا ہوں کیا اسکول میں داخلہ ضروری ہے؟ بھئی تم اسکول میں داخل نہیں کروگے وہ پہلی دوسری کلاس ہی نہیں پڑھے گا تو بی اے ، ایم اے کہاں سے کرے گا؟ تو بیعت جو ہے بیعت کا مطلب یہ ہے کہ ایک کسی اسکول میں روحانی اسکول میں آپ داخل ہوجائیں۔ اور استاد کا انتخاب کرکے اس کے شاگرد بن جائیں یہ بیعت ہے۔ جب روحانی علوم آپ سیکھیں گے تو بھئی بیعت کرنا تو ضروری ہے۔ یعنی کسی کو استاد بنانا ضروری ہے۔ بالکل اس طرح جس طرح آپ کوئی بھی مادی علوم سیکھیں استاد کا ہونا ضروری ہے۔

★★★★★